Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1643

1643.U

خطبہ

کانووکیشن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

منعقدہ ۱۳ دسمبر ۱۹۵۷ء

1643

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम खुत्बा मुस्लिम यूनिवर्सिटी अलीगढ़

लेखक प्रोफैसर मोहम्मद मुजीब

प्रकाशन वर्ष 1957

आगत संख्या 1643

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय, हरिद्वार
पुस्तकालय

विषय संख्या
पुस्तक संख्या
आगत पञ्जिका संख्या

पुस्तक पर सर्व प्रकार की निशानियां लगाना वर्जित है। कृपया १५ दिन से अधिक समय तक पुस्तक अपने पास न रखें।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1643

1643;U

جناب والا، جناب وائس چانسلر صاحب، بزرگو، دوستو اور عزیزو!

مجھے مسلم یونی ورسٹی کے کونووکیشن کے موقع پر خطبہ دینے کی عزت ناگہانی طور پر پیش کی گئی، اور اس محبت اور اصرار کے ساتھ کہ اسے قبول کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اب مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ میں کیوں اس عزت افزائی کے قابل سمجھا گیا اور اپنی بے مائگی کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ علم کی قدر بڑھانے کا تو سوال ہی نہیں، میں علم کی جو بے قدری آج کل ہو رہی ہے اسے کم کرنے کی کوشش میں بھی شریک نہیں ہو سکا ہوں، اور نوجوانوں کے جو اخلاقی اور سماجی مسائل ہیں ان سے اس قدر دور ہوں کہ نصیحت یا رہنمائی کی ہمت نہیں ہوتی۔ مسلم یونی ورسٹی میں میرے بہت سے عزیزوں اور دوستوں نے تعلیم پائی، میں صرف اس سے محروم نہیں رہا بلکہ ہندوستان کی کسی یونی ورسٹی کو اپنی مادرِ علمی نہیں کہہ سکتا۔ اس وجہ سے اور بھی محسوس ہوتا ہے کہ میں آپ کو ایسے اہم اور نمایاں موقع پر مخاطب کرنے کا حق دار نہیں ہوں۔ اپنی طرف سے بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ایک قومی تعلیم گاہ میں قریب قریب بتیس ۳۲ سال گزارے ہیں اور اس زمانے میں جو کچھ دیکھا ہے اور سنا ہے اس کی بدولت تعلیم کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مسائل کچھ سمجھنے لگا ہوں۔

دُنیا میں بہت سی تعلیم گاہیں قائم ہوئی ہیں ان کا مقصد تعلیم دینا ہے اور یہ بہت بڑی بات سمجھی جاتی ہے اگر وہ تعلیم دینے کا کوئی نیا اور رائج طریقوں سے کچھ بہتر طریقہ اختیار کرتی ہیں۔ مگر جیسے ہم اس شخص کو بہت مانتے ہیں جس کی زندگی اخلاقی یا تہذیبی قدروں کی خدمت کرنے کی وجہ سے ممتاز ہو ویسے ہی ہم ان تعلیم گاہوں کو بڑا مرتبہ دیتے ہیں جن کا مقصد صرف تعلیم دینا نہیں بلکہ خاص اخلاقی اور تہذیبی قدروں کی نمائندگی کرنا ہو۔ آپ کو اس کالج کی تاریخ معلوم ہے جو ترقی کرتے کرتے مُسلم یونیورسٹی بن گیا۔ کالج کے بانی سرسیّد احمد خاں کے آپ وارث ہیں، اور وراثت کی وجہ سے جو آسانیاں اور دُشواریاں پیدا ہوئیں ان کا آپ کو علم ہے۔ میرے لئے گُستاخی ہوگی اگر اس مجلس میں میں ان تمام باتوں کے بارے میں خاص معلومات رکھنے کا دعویٰ کروں۔ میں آپ کو اس وقت مُبارک باد دینا چاہتا ہوں کہ آپ ایک شخصیت کے وارث ہیں جس نے اجتہاد کرنا اپنا فرض سمجھا، اور اس سلسلے میں آپ ایک خاص تہذیبی منصب کو ادا کرنے کے ذمّہ دار ہیں۔ اس منصب نے آپ کو صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ ان تمام ملکوں میں جو مشرق اور مغرب کی کشمکش میں مبتلا ہیں ایک حیثیت دے دی ہے جو بہت کم تعلیم گاہوں کو نصیب ہوتی ہے۔

تعلیم گاہوں کا میدانِ عمل علم کی دُنیا ہے، سیاست کی دُنیا نہیں ہے۔ ان کو سیاسی مصلحتوں کا پابند ہونے کے بجائے حالات کو اس بلندی سے دیکھنا چاہئے جہاں سے زمانہ مصلحت کا پس منظر نہیں معلوم ہوتا بلکہ مصلحت کو خود زمانے کا پس منظر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بنا دینا ممکن معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ زندگی کے مسائل سے دور نہیں ہو جاتی ہیں، مسائل کو سمجھنے کی وہ استعداد پیدا کرتی ہیں جس کی بدولت جماعتوں کے وقتی جذبات اور اصل طبیعت عارضی کیفیتوں اور مستقل میلانات، سیاسی مصلحت اور اخلاقی اصول، حکومت کی پالیسی اور قوم کے مفاد میں تمیز کی جا سکتی ہے، اور ایسی عاقبت اندیشی کی عادت ڈالی جا سکتی ہے جس کے سامنے زمانہ سازی کا سر جھک جاتا ہے۔ تعلیم گاہ کے اس نصب العین کو سامنے رکھ کر آپ اپنے منصب پر غور کیجئے تو غالباً آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ آپ کا کام دین اور علم کے تصورات، مذہب اور سیاست کے مقاصد، نئی اور پرانی معاشرتی روایات کے درمیان مفاہمت اور ہم آہنگی کی نئی نئی کیفیتیں پیدا کرنا ہے۔ اسے میرا قصور نہ ٹھہرایئے اگر آپ کو یہ تینوں عنوانات بہت پامال معلوم ہوں۔ یہ پامال اس لئے نہیں ہیں کہ ان پر بہت غور کیا جا چکا ہے اور اتنے خیالات ظاہر کئے جا چکے ہیں کہ اب ان پر نئی علمی نظر ڈالنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ در اصل بیج ہیں جنھیں تعلیم گاہوں نے اپنے کھیت میں بونے کے بجائے راستے میں بکھیر دیا اور انھیں بہت سے جاہلوں نے اپنے پیروں سے کچلا ہے۔ مگر یہ اب بھی بیج ہیں اور جب بھی بوئے جائیں گے یہ جمیں گے، پھوٹیں گے، ان سے پودے نکلیں گے اور ان پودوں سے نئے بیج زندگی کی تازہ قوت لے کر پیدا ہوں گے۔

دین اور علم کی ہم آہنگی کا مضمون صرف پامال نہیں ہے، اس کا ذکر کرنے والا قدامت پسند کہلاتا ہے اور آج کل پڑھے لکھے آدمی پر اس سے زیادہ ہمت شکن الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ یہ الزام طالب علم غصے میں ایک دوسرے پر لگاتے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس لئے کہ اسے علم سے اور ثبوت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، یہ الزام اُستاد ایک دوسرے پر لگاتے ہیں اس لئے کہ اسے ثابت کرنے کی دلیلیں چھپی چھپائی مل جاتی ہیں۔ مگر میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ علم اور دین کا مستقبل ایسی الزام بازی کے نتیجے پر منحصر نہیں ہے۔ قدامت پسندی اپنے اور ترقی پسندی اپنے رنگ دکھاتی رہی ہے، مگر اس کی وجہ سے حق کی جستجو میں فرق نہیں آیا ہے اور انسانیت کے دل سے حق کی تڑپ مٹائی نہیں جا سکی ہے۔

قدامت پسندی کے الزام سے صرف تعلیم یافتہ آدمی نہیں بلکہ یونیورسٹیاں بھی بچنا چاہتی ہیں، ہر جگہ نئے کورس جاری ہو رہے ہیں، نئے نصاب بن رہے ہیں، تعلیم کو روزگار کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کارآمد بنانے کے لئے کسی ایک علم یا فن میں ایسی مہارت پیدا کرائی جاتی ہے کہ انسان کا ذہن اس میں بند ہو جاتا ہے یا کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ معلومات دماغ کے اندر بھر دینے کے لئے مختلف علوم کے ایسے مرکب بنائے جاتے ہیں کہ آدمی کسی علم کی بھی خدمت کرنے کے قابل نہیں بن پاتا۔ ہمارے یہاں کی تعلیمی ترقی پسندی کا محرک وہی مغربی دُنیا ہے جہاں پس ماندہ قوموں کی سرپرستی کے بے پناہ منصوبے بنائے جاتے ہیں اور ساتھ ہی مہلک سے مہلک جنگ کے آلات تیار کر سکنا ترقی کا معیار بن گیا ہے۔ جہاں انسانیت اور تہذیب کی وہی کشتی جسے کہنے کو سب کنارے لگانا چاہتے ہیں ملاحوں کی گالی گلوچ اور عداوتوں کی وجہ سے ہر وقت ڈوبتی نظر آتی ہے۔ میں نے دین کا ذکر کر کے اپنے آپ کو قدامت پسند کہلانے کے خطرے میں ضرور ڈالا ہے لیکن علم نئے انداز کی جہالت اور تہذیب نئی قسم کی وحشت پیدا کرنے لگے، اور ترقی کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روشنی میں جہنم کی آنچ کا اثر آجائے تو یہ کوئی قصور نہ ہوگا اگر آدمی دُنیا سے مُنہ موڑ کر سکون کے ساتھ ستاروں سے دو چار باتیں کرنا چاہے اور دوسروں کی جلائی ہوئی ترقی پسندی کی روشنی سے بچ کر اپنی آنکھوں سے اپنا مقام تلاش کرے۔

تاروں سے باتیں کرنے کی خواہش نئی نہیں ہے۔ پیٹ بھرنے کی خواہش سے بھی زیادہ پُرانی ہے۔ آدمی انسان تبھی سے کہلایا جب سے اس کے دل میں قدرت کی کیفیتوں اور وجود کے امکانات کا احساس پیدا ہوا، اور اس نے سمجھا کہ اس کی زندگی ایک راز ہے جس کی تہہ تک وہ پہنچ نہ سکا تو آوارہ اور بدحال حیوان رہے گا۔ تاریخ کے ہر دور میں اور انسانوں کی ہر جماعت میں اس راز کی جو تشریح کی گئی ہے اسے ہم کسی مذہب کا نام دیتے ہیں اور اس ابدی حقیقت کو جو ہر مذہب کی روح ہے، دین کہا گیا ہے۔ ابدی حقیقت کی ظاہری اور بدلنے والی شکلیں شریعتیں ہیں ان کا تعلق تاریخ اور جغرافیہ، طبیعتوں اور حادثات سے ہے، یہ نام ہیں اور زبانیں ہیں اور لباس ہیں اور جھنڈے ہیں، آدمی ان کے باوجود آدمی رہا ہے۔ دین ان کے باوجود دین رہا ہے۔ شریعت مذہبوں میں تمیز کرنے کا ذریعہ ہے۔ دین دار کے لئے ہمیشہ سے وہی ایک حکم ہے، کہ:-

تو برائے وصل کردن آمدی

نے برائے فصل کردن آمدی

اس وقت دستور کے مطابق مسلم یونی ورسٹی اور ہندو یونی ورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ جیسی تعلیم گاہیں بھی مذہب کے معاملے میں پوری آزادی رکھتی ہیں۔ وہ چاہیں تو دین کے وجود سے انکار کر سکتی ہیں، چاہیں تو اسے ایک بُنیادی حیثیت دے سکتی ہیں اس وقت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب کہ ایم۔ اے۔ او کالج قائم ہوا، مسلمانوں کی کوئی تعلیم گاہ دین سے بے تعلق ہونے کا اعلان نہیں کر سکتی تھی؛ مگر ایم۔ اے۔ او کالج کے بانی کے سوا کسی نے نئی زبان میں دینی تصورات کو بیان کرنے کا حوصلہ بھی نہیں کیا۔ کسی نے اس کی آرزو نہیں کی کہ دین اور علم کے درمیان فصل کے بجائے وصل ہو، ہندو اور مسلمان اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے فرقے اپنی اپنی دینیات پڑھاتے رہے، اپنے اپنے طور پر ان رشتوں کو توڑتے رہے جو ایک نسل کو دوسری سے، ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے دین کے منشار کے مطابق ملاتے ہیں، ان رشتوں کو قائم رکھنے کے لئے خالی علم جس قدر کام آسکتا ہے اور کام آیا ہے وہ سب آپ خود محسوس کرتے ہوں گے۔ اور باتوں کو چھوڑیئے علم خود اب اتنے حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے اور یہ حصے ایک دوسرے سے اس طرح الگ ہو گئے ہیں کہ وہ رہنمائی کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ وہ اب صرف انسان کو اپنا غلام بنا کر اس کی محنت سے اپنے سرمائے کو بڑھا سکتا ہے، وہی سائنس جس سے سرسید احمد خاں متاثر ہوئے تھے اور جس کی امکانی دشمنی کے خطرے کو دور کرنے کے لئے وہ اسے دین سے ہم آہنگ کرنا چاہتے تھے، آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہزار نعمتیں لائی ہے تو نوع انسانی کی بقا کے لئے ایک خطرہ بن گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی ایک یونی ورسٹی یا بہت سی یونی ورسٹیاں مل کر بھی دنیا کے ذہنی روگوں کا علاج یا بین الاقوامی تعلقات کی درستی نہیں کر سکتی ہیں۔ لیکن جیسے کاشتکار اپنے کھیت میں بیج بوتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ دنیا میں کتنے پیٹ بھرتے ہیں، علمی کام کرنے والے یہ سوچ کر اپنے کام میں لگ سکتے ہیں کہ:

علم را بر دل زنی یارے بود

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ان کا جذبہ سچّا ہوگا تو ان کا کام خود ہی اپنا مقام پیدا کرے گا۔

دین سے متعلق وہ مسائل بھی ہیں جو اس وجہ سے پیدا ہوئے کہ مذہبوں کے نمائندے مذہب سے پوری طرح واقف نہ تھے۔ سائنس داں بھول گئے تھے کہ خود ان کا طریقہ آخری اور قطعی بات کہنے کی اجازت نہیں دیتا اور کسی میں اتنا صبر اور تحمّل اور مردم دوستی نہیں تھی کہ دوسرے کی بات غور سے سُننے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔ صبر اور تحمّل اور مردم دوستی کی صفتیں آج کل بھی کم یاب ہیں مگر وقت کے ساتھ لڑکپن کی جلد بازی کم ہو ہی جاتی ہے۔ اب مذہب اور سائنس اور علم کے نمائندے ایک دوسرے کے خلوص پر اعتبار کرنے کو تیار ہیں اب اس کا وقت آگیا ہے کہ ہم عقیدے اور علم دونوں کا مقام طے کر لیں۔ دونوں کے طریقوں کے اختلاف کو سمجھ کر ان میں ہم آہنگی پیدا کریں ایک قسم کی استعداد رکھنے والی طبیعت کسی دوسرے کے لئے رکاوٹ نہ بنے، وہ آزادی جسے ہم علمی اور تعلیمی آزادی کہتے ہیں شوق کو اُبھارنے اور اس میں پختگی پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ ہم ہر اختلاف کو ایک چیلنج، ہر مخالفت کو کم زوری کی دلیل سمجھیں ان نفسیاتی مجبوریوں کو پہچان لیں جو انسان کو اختلاف پر آمادہ کرتی ہیں۔ ان راستوں کے پیچ و خم کو ہر وقت ذہن میں رکھیں جو اتفاق اور اختلاف کرنے والوں کو ایک دوسرے کے اس طرح قریب لاتے ہیں اور دور لے جاتے ہیں کہ کسی کا اصل رُخ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

تصوّرات کے بعض اختلاف ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر دیر میں محسوس ہوتا ہے بعض فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور بہت فساد پیدا کر سکتے ہیں، اگر کوئی ایسا ذریعہ نہ ہو کہ ہر فریق کا اصل مطلب سمجھا یا جا سکے اور اس پر ٹھنڈے دل سے غور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا جاسکے۔ ہمارے ملک میں مذہب سیاسی اختلافات کی لپیٹ میں آچکا ہے اور سیاست نے مذہب کا اس کامیابی سے بھیس بنایا ہے کہ اب تک اس کے چہرے سے مذہب کا رنگ چھڑایا نہیں جا سکا ہے۔ اب یہ ہر طرح محسوس ہو رہا ہے کہ ہندوستان کی تقسیم نے صرف جائداد اور پرمٹ کے مسئلے پیدا کئے ہیں کسی معاملے کو انتظامی یا علمی اعتبار سے طے نہیں کیا ہے۔ ہم پہلے غور کرتے تو شاید یہ بات واضح ہو جاتی کہ مذہب اور سیاست کے مقاصد میں ہم آہنگی لازمی سہی مگر ان کی فطرت، ان کی ماہیت الگ ہے، یہ کائنات کا نظام ہے تو وہ زندگی کا معمول، یہ حیات کا قانون ہے تو وہ روزگار کا ذریعہ، یہ آنکھوں کا نور ہے تو وہ ہاتھوں کا ہنر۔ اسی سلسلے میں ہم کو اس کا بھی یقین ہو جاتا کہ سیاست کا کوئی مذہب نہیں ہونا چاہئے اور مذہب کی کوئی سیاست نہیں ہونی چاہئے اور وہی ریاست جو خود غیر مذہبی ہو مذہب اور سیاست میں صحیح قسم کا تعاون پیدا کر سکتی ہے۔ حکومت عالی شان مندر اور مسجد اور کلیسا بنا سکتی ہے، مذہبی لوگوں کو عزت اور عہدے دے سکتی ہے مگر اسے مذہبی حیثیت دی گئی تو یہ ناممکن ہے کہ وہ مذہبی قدروں کو اپنا آلۂ کار نہ بنائے۔ مذہب حکومت کو اعلیٰ اخلاقی اصولوں کا پابند کر سکتا ہے، اس کے دل میں، اس کے عمل میں نیکی اور مردم دوستی پیدا کر سکتا ہے، مگر سیاسی اقتدار کا نشہ اس کے لئے بہت بُرا ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ لاٹھی کے کام دعاؤں سے اور دعاؤں کے کام لاٹھی سے لینا شروع کر دیتا ہے۔ ہماری سب کی کوشش ہونا چاہئے کہ ریاست کا غیر مذہبی رنگ قائم رہے تاکہ ہمارے مذہبوں اور ہماری سیاست کے الگ الگ رنگ نکھر سکیں اور سب کا مجموعہ زندگی کی حسین تصویر ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مگر ایسی علمی بحثوں کی وجہ سے ہماری آپ کی کوئی ذمہ داری کم یا محدود نہیں ہوتی، اور ان کا فیصلہ ہونے تک ملک اور قوم کے کسی حق کو ادا کرنا ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ شہریت غیر مشروط ہوتی ہے اور بہر حال غیر مشروط رہتی ہے۔ آپ اپنے غور و فکر کو اس مفروضے سے، یا یوں کہیے کہ اس مقام سے شروع کریں تو آپ کے پاؤں زمین پر جمے رہیں گے، آپ کے خیال اور عمل کا ساتھ نہ چھوٹے گا اور وہ ایک دوسرے کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

آپ کا یہ حق کہ آزادی سے رائے دیں، اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہیں، جھاڑ پونچھ ہر گھر میں کی جاتی ہے اور اس کام کو زیادہ خوبی سے وہ انجام دے سکتے ہیں، جن کی ہمت جوان ہو، ہاتھ پاؤں مضبوط ہوں اور نظر تیز ہو، البتہ اس کا خیال ضرور رہنا چاہیے کہ صفائی کے شوق میں نفیس اور نازک چیزیں توڑ نہ دی جائیں، جھاڑو ہر وقت گرد نہ اڑاتی رہے، گھر کی صورت نہ بگڑ جائے، اپنے ملک میں، اپنی سماج میں، اپنے خاص ماحول میں صفائی ضرور کیجیے، مگر وقت سے اور سلیقے سے کیجیے۔ پھوہڑپن بہر حال ایک عیب ہے اور صفائی کی خاطر بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

سلیقے سے کام کرنے کا مطلب ہے کام کا حق ادا کرنا۔ آپ کے لئے شاید سورماؤں کے حوصلے دل میں رکھنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ آپ روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کاموں کی طرف توجہ کریں، اور دیکھتے رہیں کہ آپ نے انھیں کس خوبی یا خرابی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ دراصل یہی چھوٹے چھوٹے کام آدمی کی شخصیت کو ایک شکل دیتے ہیں، اس شکل میں حسن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیدا کرتے ہیں۔ انھیں کی بدولت ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے نام کی وجہ سے نہیں، اپنے کام کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے، اس کا ضمیر اس درجہ بیدار ہو جاتا ہے کہ اپنے کسی حکم کو ٹالنے نہیں دیتا۔ جب ضمیر کا حکم چلنے لگتا ہے تو چھوٹے اور بڑے، ادنیٰ اور اعلیٰ کام میں فرق نہیں کیا جاتا، سب ایک معیار کے مطابق محنت اور سلیقے سے کیے جاتے ہیں اور سب اسی سرکو اونچا کرتے ہیں، جو ان کے سامنے جھکا تھا، یہی ہے آدمی اور کام کی دوستی، جو ایک دفعہ پیدا ہو جائے، تو پھر بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک کہ آدمی اور آدمیت کی دوستی اور آدمی اور خدا کی دوستی بن جاتی ہے۔ ہمارے کام ہی تو ہیں جو ہمیں ایک دوسرے کو پہچاننے کا موقع دیتے ہیں۔ ہماری زندگیوں کو ایک مضبوط رشتے سے جوڑ دیتے ہیں اور ہماری کارگزاری کو تخلیق کے ابدی سلسلے کا حصہ بنا دیتے ہیں۔

میں نے ابھی کہا تھا کہ شہریت غیر مشروط ہوتی ہے۔ اب کہہ رہا ہوں کہ کام کا دوست بنئے۔ آپ کو خیال ہوگا کہ میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں کہ کام میں لگے رہئے، فائدے نقصان کا خیال نہ کیجیے۔ دینے والا طریقہ اختیار کیجیے، لینے کا نہ کیجیے۔ اگر میری باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہو تو آپ اس نتیجے سے گھبرائیں کیوں؟ آپ نے بہت سے گڈھے دیکھے ہوں گے، جو اپنے ماحول کی پستی کا اور اپنے خالی ہونے کا اعلان کرتے ہیں گویا یہ بھیک مانگنے کے پیالے ہیں۔ جن کو برسات کا پانی یا آس پاس کے نالے بھر دیا کرتے ہیں۔ ان میں پانی رہتا ہے، مگر کس ذلت سے، آدمی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں، مگر کس کراہت کے ساتھ۔ پانی ان چشموں میں بھی ہوتا ہے، جو پہاڑی کے سینے سے پھوٹ کر نکلتے ہیں، اور ان کی کیا شان،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا عزت ہوتی ہے۔ آدمی ان کے احسان اُٹھا کر خوش ہوتے ہیں، ان پر ناز کرتے ہیں، ان کی دریا دلی کو اپنے لئے مثال مانتے ہیں۔ سوداگری کی نظر سے دیکھئے تو تالاب لینے والوں میں، چشمہ دینے والوں میں ہے، تالاب اپنا مال سمیٹ کر رکھتا ہے، چشمہ اپنا مال لٹاتا ہے۔ آپ کو ان دونوں صورتوں میں سے جو پسند ہو اسے اختیار کیجئے۔ انجام بہر حال ایک ہے۔ چشمہ کا پانی بہتا رہتا ہے، تالاب کا سوکھتا رہتا ہے۔

میں یہ ہرگز نہیں کہتا کہ دینے والا نقصان نہیں اُٹھاتا، آپ نے پہاڑی چشمے کا انداز اختیار کیا تو شاعروں کے نغمے آپ کے سُروں سے سُر ملاتے رہیں گے، آپ دوسروں کی نظروں میں اپنے حُسن ہی کی جھلک دیکھیں گے، آپ کے صاف شفاف پانی کو گدلا کرنے والے نہ ہوں گے۔ چشمے کی شان اور عزت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو سکون کی آرزو کو دل سے نکال دے، جو اس کے لئے تیار ہو کہ لوگ اس کے نغمے کو لوری سمجھیں، جسے دُکھ نہ ہو اگر اس کے فیض سے من مانے فائدے اُٹھائے جائیں اس عالم مثال میں صرف یہ ایک مثال نہیں ہے۔ نفع نقصان کی بات سمجھانے والوں میں ایسے بھی ہیں، جو کہتے ہیں کہ ٹہنی میں لگے رہنا بہتر ہے، چاہے کوئی کانٹا ہی کہلائے۔ اس میں گم نامی ہے، مگر سلامتی بھی ہے۔ پھول بن کر نظروں کو للچانا، کسی کے حُسن کی زینت بننے کے لئے شاخ سے جُدائی گوارا کرنا حماقت ہے۔ آپ نے کانٹے بھی دیکھے ہوں گے، پھول بھی دیکھے ہوں گے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ کانٹا کیسے کانٹا بنتا ہے، پھول کس طرح کھلتے ہیں۔ فائدے اور نقصان دونوں طرح سے ہیں۔ آپ کو اختیار ہے کہ جو چاہیں بنیں۔ بس اتنا یاد رکھئے کہ کانٹا چُبھ کر بتا دے کہ وہ کیا ہے تب بھی پھول کو اپنی آبرو کا خیال رہتا ہے۔ وہ کھلتا ہے، اس کے زبان نہیں ہوتی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر آپ طے کرلیں کہ سودا نہ کریں گے، ہندوستانی شہریت کی ذمہ داریوں کو بغیر کسی شرط کے قبول کریں گے، تو آپ کے لئے ہندوستان سے بہتر کوئی ملک نہیں ہے یہاں کی وسعت کو دیکھئے، آبادی کو دیکھئے، اُس غریبی، اُس جہالت، اُس قدامت پرستی اور تعصب کو دیکھئے جو راہ کے ہر کام کو مشکل بنا دیتا ہے تو آپ کے دل پر وہ چوٹیں لگیں گی جو مردوں کے دِلوں کو اور کہیں نصیب نہیں ہوتی ہیں۔ یہاں راستے کی دُشواریوں اور منزل کی دوری کو دیکھئے، تو آپ کے ایمان اور آپ کے صبر کی وہ آزمائش ہوگی جو اور کہیں نہیں ہوسکتی۔ اور کہیں بھی حال کی ناکامیوں سے اس طرح مستقبل کی کامیابیوں کا یقین پیدا نہیں کیا جاسکتا، اور کہیں بھی توفیق دل کو درد آشنا بننے کا ایسا قطعی حکم نہیں دیتی، اور کہیں بھی عشق کی بات اس طرح ویرانے میں نہیں کہی جاتی۔ آپ شہریت کا حق دل وجان سے ادا کرنا چاہتے ہوں تو دوسروں کے پاس دوڑ دوڑ کر نہ جائیے، رہنما تلاش نہ کیجئے، موتی سیپ کے اندر رہ کر بڑھتا ہے، آب پاتا ہے، موتی بننے کی اور کوئی صورت نہیں ہے تسلی اور تسکین کی باتوں سے فریب نہ کھائیے، اپنا خیر خواہ اسی کو سمجھئے جو آپ کے لئے دُعا کرے کہ آپ کے کندھے بوجھ اُٹھا اُٹھا کر مضبوط ہوں، آپ کے پاؤں میں طاقت تھکنے سے پیدا ہو، آپ کا دل مصیبت کی آنچوں میں سونا بنے۔

میں نے بات شروع کی تھی مُسلم یونی ورسٹی کے منصب سے۔ اپنے خیال میں اسی کا ذِکر کرتا رہا ہوں، اور میں سمجھوں گا کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ آپ تک پہنچ گیا ہے اگر آپ کے دل میں یہ شوق پیدا ہو جائے کہ دین کی اور دُنیا کی، علم کی اور اخلاق کی، سیاست کی اور جمالیات کی حدود کو ملا دیں۔ مُسلم یونی ورسٹی کے منصب کی اور تفصیل میری نہیں، آپ کی زندگی ہی بیان کرسکتی ہے۔ خدا آپ کو ایسی زندگی دے، جس میں دین اور علم، اخلاق، آدمیت اور ہندوستان کی شہریت کی شان نظر آئے۔

Entered In Database

Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

पुस्तकालय, गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय,
हरिद्वार।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Printed at Vijay Printing Press, Delhi

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar